اکبری دور شیخ عبد الحق محدث دھلوی کی نگارشات کے آئینہ میں

محمد سلیم اختر

اکبر کے نت نئے مذھبی تجربات اور اسلامی عقائد و تعلیمات کے بارے میں اس کے بدلتے ہوئے نظریات نے دربار میں بلکہ سارے ملک کے اسلام دوست حلقوں میں بے چینی کی فضا پیدا کردی(۱) قطب الدین محمد خاں، شہباز خان اور دوسرے امراء نے بادشاہ کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکے بلکہ الٹے معتوب ہوگئے۔ بادشاہ نے متبنہ کیا کہ اگر آپ لوگوں نے اپنی زبانیں بند نہ کیں تو:

میفرمائیم کہ کفشہای پر نجاست بردھنہای شما بزنند(۲)

بعض لوگوں نے اکبر کو ھٹا کر اس کی جگہ اس کے بھائی محمد حکیم میرزا کو بادشاہ بنانے کی بھی کوشش کی لیکن ناکام ہوئے اور صورت حال اور بھی بگڑ گئی۔ (۳)

اکبر کی حکمت عملیوں کا دربار سے باھر کے حلقوں میں جو رد عمل ہوا اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ھے کہ جونپور کے قاضی القضاۃ ملا محمد یزدی نے اس کے خلاف بغاوت اور جہاد کا فتوی دے دیا۔

فتوی بوجوب خروج و بفحابر بادشاہ داد (۴)

---

(۱) Dunbar, Sir George : A History of India From the Earliest Times to the Present Day , London, 1943, Vol. 1, p. 192. Also see p. 191.

(۲) منتخب التواریخ بدایونی، کلکتہ، جلد ۲، ص ۲۷۳ -

(۳) A History of Iudia, p. 192.

(۴) منتخب التواریخ بدایونی، ج ۲ ص ۲۷۳ - ۲۷۵ -

اور محمد معصوم کابلی، محمد معصوم فرنخودی، میر معز الملک، نیابت خاں اور عرب بہادر سر پر کفن باندھ کر اور ہاتھوں میں تلواریں لے کر میدان میں کود پڑے۔

تیغ ها کشیده مرجا . . . جنگهای عظیم کردند(٥)

بادشاہ کو اطلاع ملی تو اس نے میر معزالملک اور ملا محمد یزدی کو کسی بہانے سے جونپور سے طلب کیا۔ جب آگرہ سے چند میل کے فاصلے پر فیروزآباد کے مقام پر پہنچے تو حکم بھیجا کہ ان کو سواروں سے الگ کرکے کشتی میں سوار کرکے دریائے جون کے راستے گوالیار لے جایا جائے۔ اس کے بعد ایک اور حکم ارسال کیا جس میں کہا گیا تھا کہ ــ

اینهارا ضایع سازند(٦)

چنانچہ دونوں کو ایک پرانی کشتی میں بیٹھا کر گرداب فنا کے سپرد کردیا گیا۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بنگال سے قاضی یعقوب کو طلب کرکے اس کا بھی یہی حشر کیا گیا۔ بدایونی کا بیان ہے :

یکان یکان را از ملایان که ازو توهم بی اخلاصی داشتند، در نهانخانهٔ عدم میفرستادند(٧) علمائے لاهور کو بھی لاهور میں نہ رہنے دیا گیا بلکہ دور دراز علاقوں میں منتشر کر دیا گیا : قاضی صدرالدین لاهوری، جونپور، ملا محمد معصوم بہار اور شیخ منور مالوہ بھیجدئیے گئے (٨)

ان حالات میں عقلمندی اور حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ بادشاہ کے خلاف علی الاعلان لب کشائی کرکے جان کا داؤ لگانے کے بجائے ایسے اسباب اور

---

(٥) منتخب التواریخ بدایونی، ج ٢ ص ٢٧٢ - ٢٧٥ -
(٦) ایضاً -
(٧) ایضاً -
(٨) ایضاً -

وسائل فراہم کئے جائیں جن سے الحادلا و بددینی کے سوتوں اور سر چشموں کو نیست و نابود کرنے میں مدد ملے۔ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی محدث نے یہی موخرالذکر راستہ اختیار کیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے جو روش اتخاذ کی اسے بطور عمومی چار شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ھے:

الف: بادشاہ وقت، امرائے دربار اورعلماء و مشائخ معاصر سے رابطہ قائم کرکے یا خط و کتابت کے ذریعے ان کو اپنا ھمخیال بنانے کی کوشش کی اور اسلام کو درپیش مسائل سے ان کو آگاہ کیا۔

ب: ہندوستان میں اسلام کی اشاعت و ترویج اور حفظ و بقا کے لئے مختلف موضوعات پر تصانیف و توالیف کا ایک گرانقدر ذخیرہ فراہم کیا۔

ج۔ اپنی اولاد کی تربیت اس نہج پر کی کہ بعد میں ان کی صحیح امین اور وارث بن سکے۔

د۔ ہندوستان بھر میں بنگال سے لے کر کشمیر تک اور دھلی سے لے کر گجرات و جونپور تک شاگردوں کا ایک ایسا جال بچھا دیا جس نے علم شریف حدیث اور دیگر اسلامی علوم کی اشاعت کے سلسلہ میں نہ صرف یہ کہ آپ کی قائم کردہ شاندار روایات ھی کی پاسداری کی بلکہ انہیں ہندوستان سے باھر بھی وسعت دینے کی کوشش کی۔ (۹)

ان شقوں پر بالاجمال بھی اگر روشنی ڈالی جائے تو ھر شق ایک خاص مقام کی جائز اور ایک جداگانہ مقال کی متقاضی ھے۔

اکبری دور میں شیخ محدث جس ذھنی کرب و ابتلا سے دوچار تھے اور آپ کے احساسات کی جو کیفیت تھی اس کا اندازہ لگانے کے لئے ان کی اس زمانے

---

(۹) حضرت محدث کے شاگردوں کے لئے ملاحظہ ھو راقم کا مقالہ۔ شیخ عبدالحق محدث دھلوی کا سلسلہ تلامذہ در اورینٹیل کالج میگزین (پنجاب یونیورسٹی)، جلد ۴۸، شمارہ مسلسل ۱۸۸۔ ۱۸۹، ص ۳۰۹۔۳۵۱۔

کی نگارشات پر ایک طائرانہ نظر ہی کافی ہے، آپ کی احتیاط پیشہ طبیعت کی تجلیات ان تحریروں میں جگہ جگہ منعکس ہوئی ہیں، منا جات میں فرماتے ہیں :

''خداوندا ! نیکان رفتند و مردان گذشتند و زمانہ رسیدہ کہ دردی نیک بودن دشوار بلکہ تصور نیکی ہم محال، اما اگر تو تقویت کنی و تائید نمائی آسانست۔ اگھی اگر چندی از افراد اخیار باقی ماندہ باشند ایشان را نگاہ دار، برای تخم نیکی وازان نیکی فروع و ثمرات پیدا آر، امید ھارا شاخ در شاخ کن و دلھارا باغ باغ ساز۔ (١٠)

اسی طرح ایک قصیدے میں فرماتے ہیں :

جہاں تاریک شداز ظلمت ظلم سیہ کاران
بیا و عالمی را روشن از نور تجلی کن
زیان کاران ببازار ہوا سودای زر دارند
شکست رونق و گرمی این بازار و سودا کن
ہمہ بی ہمتان دہر بخل آئین خود کردند
بلطف اعان مبین از کرم احیای محیا کن
ز ظلم ظالمان شور است و غوغا ہر طرف آخر
بعدل در آفت خود برطرف این شور و غوغا کن
بسنگ سیم و زر جاہل گران بارست از عالم
بمیزان عدالت قدر ہر یک را ہویدا کن
بصدیق صداقت پیشہ فرما تا قدوم آرد
طریق صدق و آئین وفا را باز پیدا کن
عمر را باز بنشان بر سریر معدلت آئین
بدین آئین میان خلق رسم عدل احیا کن

---

(١٠) اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، دہلی، ١٣٠٩ھ، ص ٣٦٦-٣٦٩-

همه کس راست از عجب و تکبر دعوی اندرسر
از سر بفرست عثمان را و قطع امر شورا کن

بدفع حیلهٔ این روبهان بفرست شیر حق
بفرمایش که تیغ باغیان و قمع اعدا کن

بزور بازوی خیبر گشا بنیاد جهل افکن
رواج و رونق بازار علم و کار تقوی کن

وگر نائی تو بایاران بظلم آباد این دنیا
بدفع ظالمان حکم نیابت را بعیسی کن

بهر صورت که باشند یا رسول الله کرم فرما
بلطف خود سرو سامان جمع بے سروپا کن (۱۱)

یہ قصیدہ اگرچہ حجاز مقدس کو روانگی سے بہت پہلے کہا گیا تھا لیکن جب مدینہ منورہ میں آستانہ نبوی پر حاضری کی سعادت ملی تو آپ نے اسے وہاں بھی پڑھ کر سنایا قصیدہ کا ایک ایک لفظ آپ کے دل مستمند کی فریاد اور ہر شعر حقائق کا نمایندہ ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد عہد اکبری کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں دارالحکومت آگرہ تھا لیکن علم و اصحاب علم کا مرکز ہمیشہ دھلی مرحوم ھی رھی علی الخصوص وہ علماء حق جو بادشاہ کے تعلقات کی ابتداؤں (ابتلاؤں ؟) سے بچنا چاھتے تھے اور حرص و طمع دنیا کی آلودگی سے پاک دامن تھے اس گوشۂ علم کے سکون کو دارالحکومت کے شور و غوغا پر ترجیح دیتے تھے، حضرت شاہ عبدالحق جو اسی عہد میں تھے فرماتے ہیں :

حقی از گوشهٔ دهلی نه نهم پا بیرون
خود گرفتیم که ملک گجراتم دادند، (۱۲)

---

(۱۱) اخبار الاخیار فی اسرار الابرار۔
(۱۲) تذکرہ، مولانا ابوالکلام آزاد، مرتبہ فضل الدین احمد مرزا، (میری لائبریری) لاھور، ۱۹۶۳، ص ۲۸ ۔

اپنے والد ماجد کی وفات (۹۹۰ھ) کے بعد ایک دفع حضرت محدث کا آگرے جانا ہوا، وہاں آپ کو کس قسم کے حالات پیش آئے، یہ آپ ھی کی زبانی سننے کے قابل ھے:

یا سیدی! میں ایک ایسا شخص ھوں کہ بچپن ھی سے حصول علم اور عبادت گذاری کی محنت و ریاضت میں پلاھوں، میں کبھی عوام الناس کی صحبت و اختلاط اور ان سے میل جول کو خاطر میں نہیں لایا اور جب اللہ کے فضل سے مجھے اس کا اچھا خاصا حصہ مل گیا تو بعض اهل حقوق نے مجھے دنیا کی طرف بلایا، پس میں سلطان وقت اور اس کے امراء کے پاس گیا، انھوں نے میری طرف بڑی توجه دی میرا رتبه بلند کیا اور اراده کیا کہ میرے ذریعے اپنی جماعت بڑھائیں اور مجھ سے اپنی طاقت میں اضافه کریں، پس اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ رکھا اور ان کے ساتھ مجھے نه چھوڑا، اپنے بندے کے دل میں ایک جذبه پیدا کیا جس نے اس مقام شریف تک مجھے پہنچایا(۱۳)

یه حجاز مقدس کے کسی بزرگ کے نام آپ کے ایک خط کا اقتباس تھا آئیے اب دیکھیں کہ آپ کی حج کو روانگی کن حالات میں ھوئی اور اس سلسله میں آپ کے معاصر ملا بدایونی کا کیا بیان ھے، بدایونی لکھتا ھے:

"چوں وضع زمانه و زمانیان همه مخل و برسکارۂ طبیعی مشتمل است دیگر گون شد و بر او صناع ۔ آشنایان اعتماد نماند صحبت فلانی و فلانی باور است نیامد و توفیق رفتن بکعبه شریف رفیق او شد۔۔۔ در جهاز نشسته بسفر حجاز رفت۔ (۱۴)

ھندوستان کے غبار آلود ماحول سے نکل کر آپ نے سکھ کا سانس لیا، جذب القلوب الی دیار المحبوب کے مقدمے میں لکھتے ھیں:

---

(۱۳) ارسال المکاتیب والرسائل (خطی) مملوکه جناب پروفیسر سید وزیر الحسن عابدی، پنجاب یونیورسٹی۔

(۱۴) منتخب التواریخ بدایونی، کلکته ۱۸۶۹، ج ۳، ص ۱۱۳ ۔

''و آنچه الان مشهور وقت و منظور حال میگردد نعمتی چند است که لطف عام حضرت ذوالجلال والاکرام ایں بی کس و بی سر انجام را بدان مخصوص گرداینده، اول نجات از طغیان ابتلای نفس و طوفان اغوای شیطان که اگر صد نوح، سزار سفینۂ حیله و تدبیر دران دریای بی کران ما انداخت تاریاح رحمت کریم فتاح از مہب عصمت و انجاح دستیاری نمی نمود، وصول و نزول بساحل نجاح و منزل فلاح تا ابد الاباد متصور نبود،،(١٥)

آگے چل کر لکھتے ھیں :

اینجا بیا که مہبط اسرار ایز دیست
اینجا بیا که مشرق نور محمدیست
اینجا بیا که نور یقین جلوہ میکند
خوشوقت آنکسی که باین نور مہتدیست
اینجا نزول مائدۂ عیش دائمی است
اینجا وصول فائدہ فیض سر مدیست
ای در حجاب ظلمت شک اینطرف بیا
تابنگری که دین، دین احمدیست ١٥

حجاز مقدس کو روانگی سے قبل آپ نے اپنے لئے جو لائحہ عمل مرتب کیا تھا، وھاں سے واپسی پر اسی پر عمل پیرا رہے، اور اپنے علمی و تحقیقی معمولات میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔

اکبر کی وفات اور جہانگیر کی تخت نشینی کے موقع پر آپ نے رکن السلطنت نواب مرتضی خاں شیخ فرید کو جو خط لکھا وہ تنبیه الغافلین بفناء

---

(١٥) جذب القوب الی دیار المحبوب (خطی) کتاب خانه اسلامیه کالج، پشاور یونیورسٹی۔

الدنیا و اربھا و اغترار الجاھلین بزخار فھا و اسبابھا(١٦) — کے عنوان سے آپ کے مکتوبات کے مجموعے المکاتیب والرسائل میں موجود ھے۔ منشی برکت علی جنھوں نے آپ کی پہلی سوانحعمری — مرآة الحقائق — مرتب کی، کا بیان ھے کہ شیخ عبدالرحمن نے یہ خط نواب مرتضی خان کو نورالدین محمد جھہانگیر بادشاہ کی ''آگہی و اطلاع،، کے لئے رقم کیا تھا، (١٧) خط میں اگرچہ کسی شخصیت کا نام صراحت سے مذکور نہیں لیکن جو اشارے اور کنائے اس میں بین السطور موجود ھیں ان کے پیش نظر اس کو بجا طور پر ایک تاریخی دستاویز قرار دیا جا سکتا ھے، خط کا ترجمہ پیش خدمت ھے :

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ

سبحان الملک الحیی الذی لایموت و لا یفوت

اس عظیم واقعے کے ظھور کے باعث خلقت کے دلوں پر محنت و کدورت کا جو غبار بیٹھ گیا ھے اور اس حادثے کے اچانک وقوع پذیر ھوجانے سے جو حیرت و وحشت پیدا ھوگئی ھےوہ تحریر و تقریر میں نہیں لائی جاسکتی، کیا کیا جائے سنت الہی اسی طرح جاری ھے اور رھے گی، کیا بادشاہ اور کیا فقیر سب کواسی راستے سے گزرنا ھے '

ھر کہ آمد بجھان اھل فنا خواھد بود
وانکہ پایندہ و باقیست خدا خواھدبود

اللہ تعالیٰ اس آسمان ایسی شان والے بلند اقبال اور جواں بخت بادشاہ ابد اللہ جلالہ و خلد فی مراضیہ فلکہ و اقبالہ کے طفیل خاص و عام تمام مخلوق، خصوصاً اھل اسلام کو امن و امان اور عدل و احسان کے سائے میں رکھے اور تمام آفتوں اور برائیوں سے بچائے، اللھم اصلح الامام و الامة والرعیة و الف

(١٦) الرسالة السابعة عشر، ارسال لمکاتیب والرسائل، (خطی)، ص ٨٥ - ٩٢ -

(١٧) مراة لحقایق، منشی برکت علی، رامپور، ١٣٢٣ھ، ص ٦٥ -

قلوبهم فی الخیرات، یه دعا عظمائے مشائخ سے مروی هے، اسے بادوام پڑھنے سے دنیا و آخرت کی سعادتیں اور ظاهر و باطن کی راحتیں میسر آتی هیں، اس کے علاوہ یه دعا بھی بزرگوں سے مروی هے : اللهم اصلح امة محمد، اللهم ارحم امة محمد، اللهم اغفر لامة محمد، بزرگوں کا قول هے که اس دعا کو دوام کیساتھ پڑھنے والا قدرو منزلت کے لحاظ سے ابدال کا هم پایه هوتا هے (در مرتبه بپایهٔ ابدال نشیند) والله الموفق

دنیا کی بے ثباتی و ناپائیداری کے بارے میں کیا کہا جائے اور کیا لکھا جائے، بعض حکماء کا کہنا هے : الدنیا اشبه شی بظل الغمام و نوم الاحلام یعنی دنیا بادل کے سائے کی مانند هے جو جلدی سے گزرجاتا هے یا شیطانی خواب کی طرح هے جو بالغ مرد کو آتا هے،(۱۸) پہلی تشبیه میں دنیا کی نا پائیداری اور بے ثباتی کا اظہار هے اور دوسری میں اس کے مال و اسباب کے قلیل اور حقیر هونے کا بیان۔

ع گفت یا خوابیست یا بادیست یا افسانه (۱۹)

موت ایک ایسا حادثه هے جس کے وقوع پذیر هونے میں کوئی شک و تردید نہیں مگر انسان اس سے غافل هے یه عبرت و خبرت کی آنکھیں بند کئے بستر غفلت پر اس طرح پڑا هے گویا اسے پتا هی نہیں که اس کا واسطه کیسے سخت کام اور کتنی مشکل مہم سے پڑنے والا هے، بزرگوں نے یقین مشکوک کی تعریف یوں کی هے که انسان کسی چیز کو یقینی جاننے کے باوجود اسے شک کی نظر سے دیکھے اور لاعلمی کا گمان کرے، آخر ایسی شے کون سی

---

(۱۸) این جهان را که بصورت قائم است گفت پیغمبرص که حلم نائم است ،مثنوی مولوی (کتابفروشی اسلامیه) تهران، ص ۲۴۶ -

(۱۹) حال دنیا باز پرسیدم از فرزانه ای گفت خوابی است یا بادی است یاافسانه ای
گفتمش هر کس بمهر دل بزوربست‌دل گفت غول است یا دیو است یادیوانه‌ای
(ابو سعید ابو الخیر) تذکرة الشعراء دولتشاه سمرقندی بتحقیق و تصحیح، محمد عباسی، تهران، ص ۵۸۹ -

هو سکتی ھے ؟ کہتے ھیں وہ موت ھے، سب کو معلوم ھے کہ موت اٹل ھے لیکن اس کے باوجود زندگی اس طرح بسر کرتے ھیں گویا جانتے ھی نہیں، سبحان اللہ ! یہ کیا قدرت ھے اور یہ کیسا پردہ ھے کہ انسان کے چہرے پر ڈال دیا گیا ھے ، انسان فریب و غفلت کا شکار ھے اور اس کی مثال، شیر سے جان بچا کر بھاگنے والے شخص کی سی ھے '

کہتے ھیں کسی جنگل میں ایک شخص کے پیچھے شیر لگ گیا، وہ شخص جان بچانے کے لئے شیر کے آگے آگے بھاگنے لگا، جب تھک کر چور ھوگیا اور مزید تگ و دو کی تاب نہ رھی تو اضطراراً ایک ویران کنویں میں کود پڑا لیکن قبل اس کے کہ کنوئیں کی تہ تک پہنچتا، کنوئیں کی دیواروں سے اگی ھوئی گھاس پھونس میں ھاتھ ڈال کر لٹک گیا، جب اس کی نظر نیچے پڑی تو کیا دیکھتا ھے کہ ایک اژدھا منہ کھولے اس کے گرنے کا منتظر ھے، اسی اثناء میں شیر بھی کنوئیں کے منہ پر پہنچ کر اندر جھانکنے لگا کہ کسی طرح بن پڑے تو اس کا کام تمام کردے، اتنے میں ایک سوراخ سے کچھ چوھے نکل آئے اور گھاس کے انھی ریشوں کو، جنھیں اس شخص نے پکڑ رکھا تھا اور جو اس کے لئے رگ جان کی حیثیت رکھتے تھے، دانتوں سے کترنے لگے، بیچارہ حیران تھا کہ کیا کرے اور کدھر جائے، نیچے گرتا ھے تو اژدھا نہیں چھوڑتا، باھر نکلتا ھے تو شیر موجود ھے، اسی سوچ میں تھا کہ اس کی نظر کنوئیں کی دیوار میں واقع شہد کے چھتے پر پڑی، سب کچھ فراموش کرکے شہد چاٹنے لگا، ابھی دو ایک دفعہ ھی شہد کی لذت سے محفوظ ھوا تھا کہ چوھوں نے گھاس کتر ڈالی، نیچے گرا اور لقمہ اجل ھوگیا، (۲۰)

---

(۲۰) یہ حکایت سب سے پہلے کلیہ و دمنا پہلوی بقلم برزویہ حکیم میں دکھائی دیتی ہے اس کتاب کا عربی ترجمہ جسے ابن المقفح نے انجام دیا یہ حکایت اس میں بھی موجود ہے (کلیہ ودمنہ ترجمہ ابن المقفح، بیروت، ۱۹۲۲، ص ۲۴۸ - نصر اللہ غنی کے فارسی نرجمہ میں بھی جسے عرف عام میں کلیہ و دمنہ بہرام شاھی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ حکایت موجود ہے (طبع

ہماری مثال بھی اسی قسم کی ہے، ہم بھی دنیا کے کنوئیں میں لٹک کر اس شخص کی طرح دینوی خواہشات کا شہد چاٹ رہے ہیں، قضاء شیر کی طرح ہمارے تعاقب میں ہے، روز و شب کے چوہے ہمارے رشتۂ جان کو کتر رہے ہیں اور موت کا اژدھا منہ کھولے ہمارے گرنے کا منتظر ہے، کاش انسان کو اپنی مدت حیات معلوم ہوتی اور وہ جانتا کہ اسے کتنی مسافت طے کرنی ہے تاکہ وہ ان باتوں کو مد نظر رکھ کر اپنا لائحہ عمل ترتیب دیتا اور زندگی کی معلوبہ مسافت کو خوش اسلوبی اور اچھے سلیقے سے بتدریج طے کرتا اور اس کے بعد ایک قسم کی فراغت حاصل کرکے کچھ عرصے کے لئے سکھ کا سانس لیتا لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ زندگی کی مدت کتنی اور اس مسافت کا بعد کس قدر ہے، ہر قدم اور ہر سانس پر خطر ہے اور یہ کہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ یہی آخری سانس نہ ہو یہی حال دنوں، ہفتوں اور مہینوں کا ہے، اگر بالفرض

تہران، ص ۵۱) - حدیقة الحقیقة (چاپ مدرس رضوی، تہران، ص ۳۰۸ - ۳۰۹) میں سنائی نے بھی اسے نظم کیا ہے - ملاحظہ ہو:

آن شنید ستی کہ در ولایت شام — رفتہ بودند اشتران بچرام
ستر مست در بیا با نی — کرد قصد ہلاک تا دا نی
مرد نادان ز پیش اشتر جست — از پیش مید و ید اشتر مست
مرد در راہ خویش چا ھی دید — خویشتن را در آن پناھی دید
شتر آمد بنز د چہ نا گا ہ — مرد بفگند خویش را در چاہ
دستہارا بخار زد چون ورد — پا بہا نیز در شکا فی کرد
در تہ چہ چو بنگر ید جوان — اژدھا دید باز کردہ دھان
دید از بعد محنت بسیار — زیر ھر پاشی خفتہ جفتی مار
دید یک بفت موش بر سر چاہ — آن سپید و گر چوقیر سیاہ
میبریدند بیخ خار بنا ن — تا در افتد بچاہ مرد جوان
دید در گوشہ ھای خار نحیف — اند کی زان تر جبین لطیف
لذت آن بکرد مد ھوشش — مگر آن خوف شد فرا موشش
توئی آن مرد وجاھت دینی — چار طبعت بسان این افعی
آن دو موش سیہ سفید دژم — کہ برد بیخ خار بن در دم
شب و روز است آن سپید و سیاہ — بیخ عمر تو میکنند تباہ
بر سر چاہ نیز اشتر مشت — اجل است ای ضعیف کوتہ دست
خار بن عمر تست، یعنی زیست — می ندانی تر نجبین تو چیست
شہو تست آن تر نجبین ای مرد — کہ ترا از دو کون غافل کرد

تفصیل کے لئے دیکھئے: امثال قرآن، علی اصغر حکمت، تہران، ۱۳۳۳، ص ۱۵ - ۱۸ -

هم جانتے بھی ہوتے کہ مسافت حیات طویل ہے، تو کیا فائدہ ؟ جب اس جہان سے گزر کر اگلے جہان کو جانا ناگزیر ہے تو نامعلوم اور دراز و کوتاہ سے کیا فرق پڑتا ہے !

چون قامت ما برای غرق است
کوتاہ و دراز را چه فرق است ؟
اگر صد سال مانی در یکی روز
بباید رفت زین کاخ دل افروز
درین صندل سرای آبنوسی
گہی ماتم بود گاهی مردسی
چو بهر شادی و غم جائی روبند
بجالی سر بجالی پای کو بند

دنیا اور اسباب دنیا اگر ہمیشه کے لئے ہوتے اور ان کے همراہ عیش، فراغ خاطر اور آسائش وقت ایسی چیزیں بھی مہیا ہوتیں، پھر انسان محبت سولیٰ اور شوق آخرت میں اس کے نه ملنے پر صبر کرتا اور اس کی بے وقعت چیزوں کی طرف ملتفت نه ہوتا تو کوئی بات بھی تھی لیکن اب جب که یه بات یقینی ہے که دنیا اور اس کے اسباب سب کے سب فانی اور سراسر وحشت و کدورت اور محنت و مشقت کا باعث ھیں تو پھر اس کو ترک کردینا کونسی بڑی بات ہے که اس پر ناز کیا جائے، یا اس کے کھو جانے پر حسرت و افسوس کا اظہار کئے جائے، لیکن کیا کیا جائے اس شراب کی خاصیت ھی کچھ ایسی ہے که اس کے ہر گھونٹ سے حرص بڑھتی ہے اور ہر قطرے سے پیاس میں اضافه ہوتا ہے ، پینے والے مست، اور گرد و پیش سے بے خبر ہوجاتے ھیں اور پھر نه کسی کی نصیحت پر کان دھرتے ھیں اور نه ھی عاقبت اندیشی سے کام لیتے ھیں ، یہی نہیں بلکه دنیا کی مستی اور حکمرانی کے غرور میں پیغمبری

اور خدائی کے دعوے کرنے سے بھی نہیں چوکتے، دور کیا جانا ہے فرعون ہی کو لے لیجئے کہ ملک مصر کا بادشاہ تھا — جس کی محدودیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی ساری مسافت دس روز سے زیادہ نہ تھی — اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا، اللہ تعالیٰ کی ہستی سے غافل اس شخص نے اتنا بھی نہ جانا کہ رب جلیل تو آسمان و زمین کا خالق ہے، جب کہ خود اس نے مٹی کا ایک ڈھیلا یا مکھی بھی پیدا نہیں کی، پھر اس کے دعویٰ الوھیت کی حقیقت کیا ہے ؟ وہ دیوانہ بھی تو نہ تھا کہ اس کے دعوی خدائی کو اس کی دیوانگی پر محمول کیا جاسکے، اگر دیوانہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت موسی علیہ السلام کو اس کی ھدایت کے لئے کیوں مبعوث فرماتا ؟ — انبیاء صلوۃ اللہ وسلامہ علیھم کی دعوت و ھدایت عقلاء کے لئے تھی نہ کہ مجانین کے واسطے — یہ دیوانگی نہ تھی بلکہ ملک و سلطنت دنیا اور اس کے اسباب کا غرور اور مستی تھی کہ باوجود عاقل ہونے کے بیوقوفوں ایسے کام کرتا تھا، کارکنان قضا و قدر بعض لوگوں سے فہم و تمیز کی صلاحیت سلب کرکے، غرور و حماقت کو ان کی سرشت میں شامل کردیتے ھیں، چنانچہ ایسے لوگ عقل عزیزی کے ہوتے ہوئے بھی دیوانوں ایسے کام اور بیوقوفوں ایسی حرکات کرتے ھیں، یہ لوگ در حقیقت دیوانے نہیں بلکہ ”دیوانہ صفت،، ہوتے ھیں ۔

کوئی اٹھ کر پیغمبری کا دعوی کردیتا ہے حالانکہ اسے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ پیغمبری کہتے کس کو ھیں ؟ پیغمبری سے مراد خداوند تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان ایلچی گری ہوتا ہے، وہ اللہ کی ذات سے اکتساب فیض کرتا ہے اور پھر اس فیض کو مخلوق تک پہنچاتا ہے، شروع عمر سے لے کر آخر وقت تک گناھوں سے معصوم ھوتا ہے، اس کی رسائی عالم قدس و ملکوت تک ھوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرشتہ آکر پیغام حق اس تک پہنچاتا ہے، اس کی ذات معجزات کا مصدر ھوتی ہے — زمین و آسمان میں تصرف، انگشت

کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے اور انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کرتا ہے، درخت اس کے روبرو سجدہ ریز ہوتے ہیں اور سنگ و گیاہ اس پر سلام بھیجتے ہیں، اس کے پاس ایک ایسی کتاب ہوتی ہے کہ اگر جن وانس سب جمع ہوجائیں تو بھی اس کی ایک آیت کی نظیر پیدا نہیں کر سکتے اور اگر تمام دانش مند اور عالم اس کی تفسیر کرنا چاہیں تو وہ اس کام سے کما حقہ ہو عہدہ برآ نہیں ہو سکتے، پیغمبر اپنے ساتھ ایک شریعت لاتا ہے اور علم و ایمان کی تجلیوں سے عالم کو منور کرکے کافروں کو کفر اور جاھلوں کو جہل کی تاریکیوں سے باھر نکالتا ہے، مرکز ھدایت سے جو لوگ دور ھوتے ھیں انہیں نزدیک کرتا ہے اور بھٹکے ہوؤں کو راہ راست پر لاتا ہے، پیغمبر ظاھری و باطنی خوبیوں اور صورت و سیرت کے لحاظ سے ساری مخلوق سے افضل ہوتا ہے، کوئی شخص کسی بھی خوبی میں اس کا مقابل نہیں ہو سکتا، ہر پیغمبر ایک امت رکھتا ہے جو صلاح و فلاح سے آراستہ اور اپنے پیغمبر کی محبت اور اس پر اعتقاد کے زیور سے مزین ہوتی ہے، پیغمبر کے اصحاب علم و عمل، زھد و تقوی اور نورانیت کے لحاظ سے سب سے آگے اور سب پر فائق ہوتے ہیں وہ پیغمبر کی متابعت کرکے کمالات کے جامع اور خوارق و کرامات کے مظہر بن جاتے ہیں، ان سب باتوں سے روشن ہوا کہ پیغمبری محض دعوی کر دینے، رعب و دبدبے سے اسے منوالینے، یا حکومت کے شکوہ و جلال کے اظہار کا نام نہیں (پیغمبری نہ مجرد دعوی و غلبہ و سلطنت و شوکت است)، رھی امت تو اس کے بارے میں مزید کیا کہا جاسکتا ہے، نعوذ باللہ من الغباوۃ والغوایۃ ۔

انسان تین چیزوں — نفس، قلب اور روح — سے عبارت ہے، جبلت نفس اسی عالم کون و فساد سے ہے اور یہی جسمانی و حسی لذائذ اس کا کمال ہیں، نفس ایک ارضی و ظلماتی شے ہے اور اس کا شمار اجزائے بدن میں ہوتا ہے مختصر

یہ کہ دوسرے اجزائے بدن کے مقابلے میں اس میں اس قدر لطافت و نورانیت ضرور ہے کہ محسوسات میں سے بعض چیزیں درک کرسکتا ہے، حواس خمسہ۔ سمع و بصر و شم و ذوق و لمس، — کا مادہ یہی ہے، نفس کو عقلی و روحانی لذائذ سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا اور یہی نفس ہے جس کی بدولت انسان اس عالم کی الجھنوں میں گرفتار ہوتا ہے، اس کے برعکس روح ایک ''لطیف و نورانی محض،، شے ہے جس کا تعلق عالم بالا سے ہے چنانچہ اس کی توجہ بھی بھی ہمیشہ عالم قدس ہی کی طرف ہوتی ہے، اس کو علم و عرفان اور محبت مولیٰ میں لذت ملتی ہے، اللہ تعالی کی ذات اور اس کی صفات کی پہچان کی سعادت بھی اس کو ملی ہے، اس کو بدن کے ساتھ جو تعلق ہے اور نفس کے ساتھ جو اختلاط و ازدواج حاصل ہے اس کے باعث عشق و محبت نفس میں الجھ کر رہ جاتی ہے اور گوہر مقصود گنوا بیٹھتی ہے، کہتے ہیں کہ روح و نفس کا بہمدیگر میاں بیوی کا سا تعلق ہے چنانچہ ''لطیفہ قلبیہ،، ان دونوں کے ملاپ سے وجود میں آیا، قلب ''متقلب،، واقع ہوا ہے، روح و نفس میں سے اگر روح پر احکام روحانی غالب ہوجائیں اور نفس و قلب اس کے تابع ہوجائیں — کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے — تو ''خیر و صلاح،، وجود میں آتے ہیں، اس کے برعکس اگر نفس غالب آجائے اور روح و قلب اس کے تابع ہوجائیں تو شر اور فساد کی بلائیں سر اٹھا لیتی ہیں، یہ ایک مشہور اور عام فہم بات ہے اور اپنی جگہ پر مفصل بیان ہوئی ہیں، یہاں اس کے ذکر سے یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ انسان ہمیشہ تذبذب اور کشمکش میں مبتلا رہتا ہے، عقل اسے ایک طرف کھینچتی ہے تو ہوا و ہوس دوسری طرف لے جاتے ہیں نتیجہ اس کا یہ ہے کہ وہ بیشمار مصائب و شداید میں گرفتار ہوجاتا ہے، یہ مصائب و شداید تو اس عالم کے ہیں جنھوں نے اسے پریشان کر رکھا ہے اگر اس عالم کے حالات، اور وہاں کی مصیبتوں کے بارے میں سوچے تو ان کے تصور ہی سے

هوش و حواس کھو بیٹھے اور اس کا ذهن پاش پاش هوجائے، حدیث شریف میں آیا ھے : لو تعلمون ما اعلم نضحکتم قلیلاً و لبکیتم کثیراً (۲۱) کہ مبداء و معاد اور آخرت کے بارے میں جو کچھ میں جانتا ھوں — ''کہ چھا رفته است و چھا پیش آمدنیست،، — اگر تم بھی جان لو تو ھنسو گے کم اور گریہ‌زاری زیادہ کروگے، رب جلیل نے ان احوال کو مصلحتاً پردۂ غیب میں چھپا رکھا ھے، انسان جو کچھ دیکھتا ھے یا محسوس کرتا ھے اس کی حقیقت عالم ظاھر سے ظاھر سے زیادہ کچھ نہیں چنانچہ لوگوں نے دھوکا کھایا اور گوھر مراد کھو بیٹھے، قرآن کریم میں ارشاد ھوتا ھے : یعلمون ظاھراً من الحیوة الدنیا وھم عن الآخرة ھم غافلون(۲۲) مخبران صادق یعنی انبیائے کرام صلوة اللہ و سلامہ علیھم اجمعین عالم آخرت کی خبریں ھم تک پہنچاتے اور انوار علم و ھدایت سے جہاں کو مستنیر کرتے ھیں لیکن نفس و طبیعت کے اندھیرے میں کھوئے ھوئے لوگ ان کی طرف متوجہ نہیں ھوتے، مرنے کے بعد حقیقت حال خود بخود کھل جائے گی۔

باش تا پرده بر اندازد جہاں از روی کار
آنچه امشب کرده ای فردات گردد آشکار

الناس نیام فاذا ماتوا انتبھو،(۲۳) لوگ غفلت کی نیند سورھے ھیں مرنے کے بعد حقیقت کو دیکھیں گے اور ان کی آنکھیں کھلیں گی۔

خلق تا در جہاں اسبابند　　　ھمه در کشتی اندر درخوابند

لا اله الااللہ محمد رسول اللہ اس وقت اگر یہ کہیں گے کہ 'اب کیا کریں اور کدھر جائیں، تو یہ بات دنیا میں ان کے عمل کی نقیض ھوگی'

---

(۲۱) یہ حدیث مسند احمد حنبل، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجه کے حوالے سے جامع الصغیر (جلد ۲، ص ۱۳۰) میں نقل ھوئی ہے۔ ملاحظه هو: تعلیمات صدیقه الحقیقة۔ جمع و تالیف مدرس رضوی، تہران، ص ۲٦۸ -

(۲۲) ۳۰ سورۂ روم : آیه ھفتم -

(۲۳) زھر الاداب طبع مصر، ج ۳، ص ۹۸ کے مطابق حدیث نبوی ہے۔ شرح تعرف ج ۱ ، ص ٦۰ میں اسے حضرت علی سے منسوب کیا گیا ہے۔ ملاحظه هو: احادیث مثنوی بجمع و تدوین بدیع الزمان فروز انفر، تہران ۱۳۴۷ ش، ص ۸۱ -

بعض لوگ ترک دنیا، خلق خدا سے علیحدگی اور طبیعت و نفس کی مخالفت کے بارے میں اعتراض کرتے ھیں، معترضین کے نزدیک یہ ایک ناممکن کام ھے چونکہ انسان جب تک زندہ ھے دنیا اور اس کے اسباب کے ساتھ اس کا تعلق ناگزیر ھے، خلق خدا سے علیحدگی، آسائش طبع اور قید نفس سے چھٹکارا بھی اس کے بس کی بات نہیں بلکہ اس کے برعکس ان کے نزدیک دنیوی زندگی اور اس عالم کے انتظام و انصرام کا دارو مدار ھی ان باتوں پر ھے، جواب اس کا یہ ھے کہ جب تک کسی بات پر اچھی طرح غور نہ کیا جائے اور اس کی تہ تک نہ جایا جائے وہ سمجھ میں نہیں آتی بلکہ حیرت و سراسیمگی پیدا کرتی ھے، جب ترک دنیا، خلقت سے کنارہ گیری اور نفس و طبیعت کی مخالفت کو کہا جاتا ھے تو مقصود یہ ھوتا ھے کہ جو امور خلاف حق ھوں ان سے اجتناب کرنا چاھئیے اور راہ راست سے منحرف نہیں ھونا چاھئیے بالفاظ دیگر دین و شریعت کے دکھائے ھوئے راستے پر چلنا چاھئیے، اس طرح اگر بظاھر خلقت کے ساتھ ھوں گے تو باطناً حق تعالیٰ کے ساتھ ھوں گے، صورت کے لحاظ سے دنیا میں لیکن معنی کے اعتبار سے تارک الدنیا سمجھے جائیں گے چونکہ اس طرح چاھے نفس کے مطابق ھی عمل کیا جائے، در حقیقت وہ نفس کی مخالفت ھی ھوگی، محققین کی رائے ھے کہ مقصود اصلی موافقت حق ھے نہ کہ مخالفت نفس یعنی سالک جو نفس کی مخالفت کرتے ھیں یا اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرتے ھیں تو ان کا مقصد نفس کو موافق حق بنانا ھوتا ھے اور ان کی خواھش یہ ھوتی ھے کہ نفس راہ راست پر آجائے پس اگر وہ خودبخود راہ راست پر چلے تو اس کی مخالفت بے معنی بات ھوگی۔

فقراء ھوں یا اغنیاء، امراء ھوں یا رعایا، مالک ھوں یا مملوک، خادم ھوں یا مخدوم علی ھذالقیاس ھر گروہ کے لئے ایک خاص راہ و روش معین ھے، فقراء کو صبر، اغنیاء کو شکر، امراء کو عدل، رعایا کو فرمانبرداری، مالکوں کو رحم، مملوکوں کو خدمت، خادموں کو ادب اور مخدومین کو عنایت و

نوازش کی پابندی کرنی چاہئیے، مختصر یہ کہ ہر جماعت کو اپنے اپنے راستے پر چلنا چاہئیے اور بند گی و انصاف کے طریقے پر عمل پیرا ہوکر بارگاہ خداوندی کا قرب حاصل کرنا چاہئیے اسی لئے کہا گیا ھے ہر گروہ کا پیشہ اس کا ''سلوک،، بھی ھے، یعنی کسی گروہ کا پیشہ کچھ بھی ہو اگر وہ اس پیشے کے قوائد و ضوابط اور آداب کا لحاظ رکھے اور صحیح راستے پر چلے تو سالک کہلائے گا، شریعت اسلامیہ کی اساس بھی یہی اصول ھے، سرور کائنات سید رسل صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ نے کسی شخص کو اس کے پیشے کی پیروی سے نہیں روکا، سزارعین کو زراعت میں، تاجروں کو تجارت میں، شادی شدہ لوگوں کو اھل و عیال میں، غیر شادی شدہ لوگوں کو ترک و تجرید میں، اغنیاء کو مال و منال میں اور فقراء کو فقر و فاقے میں مگن رہنے دیا لیکن ہر جماعت کے لئے ایک دستور العمل وضع کردیا کہ اس پر عمل کرے اور جادہ اعتدال سے منحرف نہ ہو، نبی کریمؐ نے اگر کسی شخص سے کوئی چیز چھڑائی تو وہ کفر و معاصی کی زندگی تھی، باقی سب لوگ آزاد تھے جو پیشہ چاہیں اختیار کریں۔

سب سے بڑی سعادت یہ ھے کہ احکام شریعت پر عمل کیا جائے، اعتقاد مسلمانی ہو اور اس بات پر ایمان لایا جائے کہ ہر عمل کا اجر ھے اور ہر جماعت کو اس کے اعمال کی جزا ملے گی، نیک کام کا انجام نیک اور برے کام کا انجام برا ہوگا، فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ(۲۴)، خلاصہ کلام یہ کہ کچھ لوگ اپنے اعمال کی جزائے خیر دینا ھی میں طلب کرتے ھیں اور آخرت سے غفلت برتتے ھیں ان کے برعکس بعض لوگوں کا مطمح نظر جزائے آخرت ہوتی ھے اور وہ اس دنیا کے امور کو زیادہ اھمیت نہیں دیتے، کوئی شخص کوئی بھی مشروع کام اللہ تعالی کی ذات کے لئے کرےاسےدنیابھی مل جاتی ھے اور آخرت بھی فعند اللہ ثواب الدنیا والاخرۃ (۲۵) انجام بخیر ہو

---

(۲۴) ۹۹ سورۂ زلزال : آیہ هفتم و هشتم۔

(۲۵) ۴ سورۂ نساء : آیہ ۱۳۴ -